پروفیسر حافظ سید خالد محمود ترمذی

اسلامی شخصیات

احمد بن ہارونُ الرشید

مشہور عالم عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے یوں تو بارہ لڑکے تھے جن میں چار[۱] بہت زیادہ مشہور ہیں۔ امین الرشید۔ عبداللہ المامون الرشید۔ قاسم (موتمن) محمد (معتصم) ان میں سے صرف خلیفہ الامین الرشید نجیب الطرفین تھا جو مشہور ملکہ زبیدہ بنت جعفر بن منصور کے بطن سے تھا۔ باقی سب کنیزوں کی اولاد تھے عبداللہ المامون الرشید مراجل نامی کنیز کے بطن سے تھا تیسرا بھائی ابو اسحاق المعتصم جو مامون الرشید کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ ایک کنیز ماردہ کے بطن سے تھا۔ تاریخوں میں ان چاروں کا ذکر جلی حروف میں کیا گیا ہے۔ ہارون الرشید کی طرح امین اور مامون الرشید کے حالات زندگی پر تو مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مامون کے بچپن کا ایک واقعہ تو نصابی کتب میں بھی شامل ہے۔ جو کچھ یوں ہے کہ:

مشہور نحوی کسائی مامون کو قرآن پڑھانے پر مامور تھا۔ اس کے پڑھانے کا انداز یہ تھا کہ وہ مامون کو پڑھنے کے لئے کہتا اور خود سر جھکا کر بیٹھا سنا کرتا۔ جہاں کہیں مامون غلطی کرتا تو وہ سر اٹھا کر مامون کو دیکھتا۔ مامون فوراً اشارہ سمجھ جاتا اور غلطی کو درست کر لیتا۔ ایک روز سورہ صف کا سبق تھا جب مامون اس آیت پر پہنچا جس کا ترجمہ یہ ہے:

"اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو"

تو کسائی نے سر اٹھا کر دیکھا مامون نے اس خیال سے عبارت دوبارہ پڑھی کہ شاید اس سے غلطی ہو گئی ہے۔ مگر دوبارہ پڑھا تو معلوم ہوا کہ صحیح پڑھی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب کسائی چلا گیا تو مامون اپنے والد ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور نے کسائی کو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا؛ ہارون نے کہا ہاں۔ اس نے قاریوں کے لئے وظیفہ مقرر کرنے درخواست کی تھی جسے ہم نے منظور کر لیا تھا۔ کیا اس نے تم سے اس کا کچھ تذکرہ کیا تھا؟ مامون نے نفی میں جواب دیا۔ ہارون نے پوچھا پھر تمہیں کیسے علم ہوا؟ مامون

[۱] اسی لئے ایک پاکستانی مصنف نے جن کی کتاب تاریخ خیر سے کالج کے نصاب میں شامل ہے ہارون الرشید کی نرینہ اولاد چار بتائی ہے امین۔ مامون۔ قاسم اور معتصم۔

نے تمام ماجرا کہہ سنایا اور کہا کہ خاص اس آیت کریمہ پر کسائی کا دفعتہً چونکنا بے وجہ نہیں ہوسکتا تھا۔ ہارون اپنے کم سن (پانچ برس کی عمر تھی) بیٹے کی ذہانت پر نہایت متعجب بھی ہوا۔

ان بارہ لڑکوں میں سے اکثر ہارون کی وفات کے وقت کم سن تھے کچھ اس کی زندگی میں فوت ہو گئے مثلاً احمد السبتی جو ہارون کی ایک کنیز مرابہ کے بطن سے تھا جس نے شاہزادگی کی پُر راحت زندگی پر ایک مزدور کی پُر مشقت زندگی کو ترجیح دی۔ وہ چاہتا تو امین اور مامون کی طرح قصر خلافت میں پر تعیش زندگی گذار سکتا تھا۔ لیکن اس نے ابراہیم ابن ادہم کی طرح تاج وتخت کو خیرباد کہا اور اورنگ زیب کی طرح بادشاہی میں فقیری کی۔ وہ دوسروں کی کیفیتوں سے خراج وصول کرنے کو گداگری خیال کرتا تھا اور اپنے ہاتھ کی کمائی پر یقین رکھتا تھا۔ وہ شاہزادہ ہوتے ہوئے راج مزدور کا کام کرتا تھا۔ وہ قصر خلافت سے دور بصرہ میں محنت مزدوری کرکے اپنا پیٹ پالتا تھا اس کا کل اثاثہ ایک "کرنی" جس سے اینٹوں میں گارا لگایا جاتا ہے۔ اور ایک "تسلہ" تھا جس میں گارا بھر کر لایا جاتا ہے۔ وہ یہ دونوں اوزار لے کر ہفتے کے روز بصرہ کے اس بازار میں بیٹھ جاتا تھا۔ جہاں راج مزدور مزدوری کی تلاش میں جمع ہوتے تھے۔ اس کی مزدوری یعنی دہاڑی ایک درہم اور ایک دانق تھا (ایک درہم میں چھ دانق ہوتے تھے) اس کا معمول تھا کہ ہفتے میں ایک دن یعنی ہفتے کو کام کرتا تھا۔ اور تمام ہفتہ اسی پر گذارا کرتا تھا۔ اسی لئے احمد السبتی کے نام سے مشہور ہے (سبت عربی میں ہفتے کے دن کو کہتے ہیں) باقی ایام اور وقت وہ عبادت وریاضت میں گذارتا۔ نہایت متقی و مرتاض شخص تھا اپنے کھانے پینے پر روزانہ ایک دانق صرف کیا کرتا، موٹا جھوٹا پہنتا اور خشک روٹی اس کی خوراک تھی۔ گھر میں نہ فرش نہ فروش بلکہ زمین اس کا بچھونا تھی اور کھلا آسمان اس کا لحاف۔ انواع واقسام کے اشتہا انگیز اور لذیذ کھانوں نیز خدم وحشم کی آرام وراحت والی زندگی پر مسرت وتنگ دستی کی زندگی اسے عزیز تھی۔

اگر وہ کسی فقیر یا غریب کے گھر جنم لیتا تو ظاہر ہے یہی تنگ دستی اور عسرت اس کا مقدر ہوتے لیکن اس نے تو قصر شاہی میں آنکھ کھولی تھی وہ محلوں کے نازونعم میں پلا بڑھا تھا۔ جہاں خدم وحشم اس کے ایک اشارہ ابرو کے منتظر کرم ہوتے تھے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ باپ خلیفہ وقت ہے اور بیٹا بوریا نشین۔

احمد السبتی قرآن مجید کا حافظ تھا۔ اور دینی علوم سے بہرہ ور تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ یہ دنیا جائے قرار نہیں ہے۔ بلکہ آخرت کا گھر بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ نیز انسان کو ہر درہم و دانق کا حساب دینا ہوگا بلکہ ہر نفس کا حساب ہوگا۔ کوئی دم غافل تو نہیں گذرا۔ یک دم غافل سو دم کافر۔ اسے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ یہی سوچ کر اس نے حور و قصور کو تج دیا تھا اور اپنے خالق حقیقی سے لو لگا لی تھی صرف قوت لایموت کے حصول کے لئے "کرنی" اور "تسلے" کا سہارا لیا اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے روکھی سوکھی

کھا سکے۔ ایک نانِ شعیر نمک کے ساتھ اس کی خوراک تھی۔ اس نے ساری زندگی نیا کپڑا زیب تن نہیں کیا۔ وہ اس کی قیمت کہاں سے لاتا؟ تمام شب و روز تو اس کے عبادتِ الٰہی میں بسر ہوتے تھے صوف کا ایک پرانا بوسیدہ جبہ اس کا لباس فاخرہ تھا۔

اہالیانِ بصرہ میں سے ایک عبداللہ بن الفرج راوی ہے کہ:۔

ایک روز مجھے اپنے گھر کی مرمت کے لئے ایک مزدور کی ضرورت پڑی۔ تو میں بازار گیا اور لوگوں سے اپنی حاجت بیان کی۔ انہوں نے ایک جوانِ رعنا کی طرف اشارہ کیا جس کے ایک ہاتھ میں "کرنی" تھی اور دوسرے ہاتھ میں "تسلہ"۔ میں اس کے پاس گیا اور پوچھا مزدوری کرو گے۔ اس نے کہا:

"ہاں کروں گا لیکن میری ایک شرط ہے" میں نے شرط پوچھی۔ تو اس نے کہا۔ "نماز کے وقت مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی مہلت دو گے۔ اور ایک درہم و دانق مزدوری ہوگی"

میں نے کہا۔ مجھے منظور ہے۔ میں اسے اپنے گھر لے گیا۔ اس نے جاتے ہی بغیر سستائے کام شروع کر دیا یہاں تک کہ دورانِ کام مجھ سے کلام بھی گوارا نہ تھا۔ وہ بڑی سرعت سے کام کر رہا تھا۔ کہ ظہر کی اذان ہوگئی۔ تو اس نے کہا:۔

"اے عبداللہ! ظہر کی اذان ہوگئی ہے" میں نے کہا "شوق سے نماز ادا کیجئے"

اس نے کام چھوڑ دیا اور نماز پڑھنے چلا گیا۔ نماز پڑھ کر آیا تو پھر کام میں مشغول ہوگیا۔ دن ڈھلے عصر تک خوب کام کیا۔ عصر کی اذان ہوئی تو اس نے پھر رخصت طلب کی۔ نماز کے بعد پھر کام شروع کر دیا۔ جب دن ختم ہوا تو میرا تمام مرمت کا کام بھی ختم ہو چکا تھا۔ دو دن کا کام اس مردِ درویش نے ایک دن میں کر دیا تھا مجھے بڑی خوشی ہوئی اور میں نے خوشی سے معاوضہ زیادہ دینا چاہا لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے زیادہ اصرار کیا تو وہ طے شدہ مزدوری بھی چھوڑ کر چل دیا۔ میں اس کے پیچھے بھاگا کہ اچھا اپنی طے شدہ مزدوری تو لیتے جاؤ۔ وہ اس نے لی اور گھر کی راہ لی۔

کچھ عرصے بعد مجھے پھر اس کی ضرورت پڑی میں ہفتے کے روز بازار گیا تو اسے نہ پا کر میں نے اس کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے۔ میں گھر کا پتہ پوچھ کر اس کے گھر گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ وہ زمین پر دراز ہے۔ اینٹ کا سرہانہ اس کے سر کے نیچے ہے۔ میں نے پوچھا کسی چیز کی ضرورت ہو تو حاضر ہوں کہنے لگا میرا وقت قریب ہے اب مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ ہاں ایک کام کرنا جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دے کر اسی جبے میں کفنا دینا۔ جبے کی جیب میں یاقوت کی ایک انگوٹھی ہے۔ وہ نکال کر خلیفہ ہارون الرشید کو پہنچا دینا"

یہ کہا اور اس مرد درویش کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مکان مشک و عنبر کی خوشبو سے معطر ہو گیا جیسے جنّت کے فرشتے اس کی پاکیزہ روح کو لینے آئے ہیں۔ اس کے بعد میں نے اسے فقراء کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

ایک دن مجھے خبر ملی کہ ہارون الرشید دورے پر آرہا ہے۔ میں انگوٹھی لے کر اس راستے پر جا کھڑا ہوا۔ جس سے ہارون کی سواری گذرنا تھی۔ جب سواری قریب آئی تو میں نے پکار کر کہا:۔

"اے امیرالمؤمنین! میرے پاس آپ کے لئے ایک امانت ہے"

تو اس نے اپنے پاسبان (محافظ) کو کہا کہ جب سب ملاقاتی چلے جائیں تو مجھے اس کے حضور پیش کرے۔ جب سب درباری چلے گئے تو اس نے مجھے طلب کیا اور پوچھا کیسی امانت ہے؟ میں نے انگوٹھی خدمت میں پیش کی۔ جیسے ہی اس کی نظر انگوٹھی پر پڑی تو وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے پوچھا۔

"یہ انگوٹھی تمہیں کہاں سے ملی؟" تو میں نے سارا ماجرا سنایا۔ جونہی اس نے تمام ماجرا سنا اس کی حالت تو غیر ہو گئی وہ فرش پر گر پڑا اور سر کو دیواروں سے ٹکرانے لگا اور آہ و بکا کرنے لگا۔ اسی دوران ہارون نے مجھے بتایا کہ" وہ میرا بیٹا تھا جب میں تخت خلافت پر بیٹھا تو وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اسے یہ انگوٹھی دی تھی کہ جب ضرورت پڑے تو اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کرے۔ وہ مجھے ہمیشہ نصیحت کرتا تھا کہ میں کاروبار سلطنت میں اتنا منہمک نہ ہو جاؤں کہ خدا کو بھول جاؤں۔ ہائے افسوس! میں خلیفہ ہوتے ہوئے اس کی کوئی مدد نہ کر سکا۔ اس نے میرے خزانے سے ایک درہم لینا بھی گوارا نہ کیا۔ بلکہ امارت پر فقر کو ترجیح دی اور مزدور بن کر روزی کمائی۔"

جب اس کا رنج و غم کچھ کم ہوا تو اس نے مجھے کہا کہ میں اس کے ساتھ احمد کی قبر پر چلوں۔ جب اس کی قبر پر پہنچا تو وہ پھر رونے لگا۔ اور حزن و یاس میں نہ معلوم کیا کیا کہتا جاتا تھا جب وہ کافی دیر رو چکا اور اس کا غم ہلکا ہو گیا تو میں نے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔

امیرالمؤمنین! صبر کیجئے اللہ کی مرضی میں کسی کو دخل نہیں۔ اللہ کی مرضی یہی تھی۔ تو وہ سر جھکا کر کہنے لگا۔ میں ہی وہ شخص ہوں جو بغداد پر امنڈتے والے بادلوں سے مخاطب ہو کر کہا کرتا تھا جس جگہ بھی تم جا کر برسو اس زمین کا خراج میرے ہی خزانے میں آئیگا۔ خدا کی قسم میں اپنے آپ سے سخت شرمندہ ہوں کہ اتنے خزانے کا مالک ہونے کے باوجود میرا بیٹا ایک درہم اور ایک دانق کے عوض محنت مزدوری کرتا تھا وہ اپنے رب سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے ہاتھ صاف ہونگے دنیا سے اس نے کوئی حصہ نہ لیا اسے کوئی حساب نہ دینا ہوگا وہ سرخرو ہوگا اور اس کے برعکس میرا حساب بڑا لمبا ہوگا ان تمام خزانوں کے ایک ایک درہم کا حساب مجھے دینا ہوگا احمد نے امیر بننے پر اجیر بننے کو ترجیح دی وہ ضرور ابرار اور صدیقین کے گروہ میں شامل ہوگا"۔ عبداللہ بن الفرج کی روایت ہے کہ ہارون الرشید وقتاً فوقتاً اسے ساتھ لیکر احمد کی قبر پر حاضر ہوتا آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے اور دل و دماغ پر رنج و الم کا قبضہ ہوتا اور اس وقت وہ اپنی ساری جلالت و حشمت اور عظمت شاہی کو بھول کر صرف ایک حرماں نصیب باپ نظر آتا۔